اور پاکستان کے لا دین عناصر کی ملی بھگت کا نتیجہ ہے۔ قارئین اپنے حافظہ پر زور دیں تو انہیں یاد آئے گا کہ مسٹر کوثر نیازی ۷۰ء کے الیکشن میں پسرور کے اسی حلقہ سے کامیاب ہوئے تھے جہاں مرزائیوں کی اکثریت تھی اور پورے علاقہ کے غریب مسلمان وہاں دم نہیں مار سکتے تھے۔ اور یہ بھی کہ اس دور کے روز نامہ "مساوات" کی فائلیں گواہ ہیں کہ مسٹر کوثر نیازی نے انہیں دنوں یہ فتویٰ بھی صادر کیا تھا کہ اسلام اس مرتد کے قتل کا حکم دیتا ہے جو اہل اسلام سے جنگ کرے۔ جو خاموش رہے اس مرتد کے قتل کا حکم اسلام میں نہیں ہے۔

اب یہی مولانا کوثر نیازی سلمان رشدی کا خون پیئے بغیر مطمئن نہیں ہو رہے۔

ع یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے

سابقہ اشارات اور قرائن ہمارے شکوک کی تقویت کے اسباب ہیں۔ افغانستان میں دینی حکومت کے قیام میں رکاوٹ پیدا کرنے کے لئے یہ تمام سلسلہ شروع کیا گیا۔ اور اس سلسلہ کی ساری کڑیاں ہم نے ذکر کر دیں اور ہم پورے اعتماد کے ساتھ اسے رافضیوں، مرزائیوں، کمیونسٹوں اور پاکستان کے بدذات سیکولرسٹوں کی ملی بھگت کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ طبقاتی کشمکش ان کا بنیادی عمل ہے۔ اس لئے انہوں نے اس طبقاتی کشمکش کے لئے ناموس رسالت کا ماٹو لگا کر "موسم" کا رُخ تبدیل کرنے کی احمقانہ کوشش کی ہے۔

ناموسِ رسالت

مَنْ سَبَّ الْاَنْبِيَاءَ قُتِلَ وَمَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ جُلِدَ (الحدیث)

"جو انبیاء کی توہین کرے وہ قتل کر دیا جائے۔

اور جو صحابہ و اہل بیت پر تنقید، سب و شتم کرتا ہے اس کو کوڑے مارے جائیں۔"

تمام انبیاء اور حضور خاتم النبیین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذوات قدسیہ کے بارے میں جو شخص بھی اہانت کا لب و لہجہ اختیار کرے وہ واجب القتل ہے۔ یہ ہمارا عقیدہ ہے اور اسی سلسلہ میں مجلس احرار اسلام کی ساٹھ سالہ تاریخ گواہ ہے کہ احرار نے دشمنانِ نبوت اور منکرین ختم نبوت اور صحابہ و اہل بیت کے دشمنوں کو کبھی معاف نہیں کیا۔ احرار نے کبھی بھی مرزائیوں یا مرزائی نوازوں کو سیاسی مصلحت کے ماتحت بھی لفٹ نہیں کرائی ——— اور نہ ہی رافضیوں، مرزائیوں، کمیونسٹوں، سیکولرسٹوں سے کبھی کمپرومائز کیا۔ تحریک مدح صحابہ، خدام صحابہ، تحریک ختم نبوت قادیان اور ربوہ ہمارے دینی محاذ ہیں۔ احرار اور تحفظ ناموسِ رسالت لازم و ملزوم ہیں۔ احرار ان مقاصد سے انحراف ایمان کی موت سمجھتے ہیں۔

سید عطاء المحسن بخاری

خوگر حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے

دور است سراب! دریں بادیہ ہشدار
تا غول بیاباں نفریبد بہ سرابت

عالمی مجلسِ احرارِ اسلام کے تبلیغی جہاد میں عملی جدوجہد کا میرا یہ تیسواں سال ہے۔ ان تیس برسوں میں میری کوئی تقریر ایسی نہیں جس میں میں نے عزیمت کے راستہ پر گامزن دینی کارکنوں اور علماءِ حق کا دفاع نہ کیا ہو اور انکی قربانیوں کا ذکرِ خیر نہ کیا ہو ــــــ اور ایسا بھی کبھی نہیں ہوا کہ میں نے حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے مخلص رفقاءِ احرار کے مجاہدانہ کارناموں کو سلام نہ کیا ہو ــــــ میری تو جنگ ہی یہ ہے کہ احرار کے مجاہدانہ کارناموں پر جن لوگوں نے خطِ نسخ کھینچا ہے ان کا تعاقب کروں اور نئی نسل کو یہ بتاؤں کہ آج پاکستان میں جس قدر دینی جذبہ اور ایمانی غیرت کی جھلک آپ دیکھ رہے ہیں اسکی بنیادوں میں بانیٔ احرار حضرت امیر شریعتؒ اور ان کے بہادر رفقاءِ احرار کا خون پسینہ دفن ہے۔ پاکستان کے اکثر دینی مدارس ان کے نامور فرزند اور دینی جماعتوں کے موجود نامور کارکن اور زعماء، عزمِ احرار، جہدِ احرار اور گرمیٔ احرار کے پالے ہوئے ہیں ــــــ لیکن بعض "بزرگوں" کا قومی کردار ایسا بھی تھا کہ ہزار صبر و کوشش کے باوجود میں ان کی مدح نہ کر سکا اور خاموش رہا۔ اور اگر ان سے اختلافِ رائے ہوا تو اختلاف کی تمام قوتوں کے ساتھ میں نے اختلاف کیا لیکن مخالفت نہ کی۔ اختلاف میرا شرعی اور قانونی حق ہے جسے کوئی مجھ سے چھین نہیں سکتا۔ خصوصاً مجلسِ احرار کا پلیٹ فارم ہم احرار کارکنوں کی وراثت ہے اس پر چیل کیطرح جھپٹنے والا ہمیں ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ چہ جائیکہ احرار کی قربانیوں سے حاصل ہونے والے مفادات کو ذاتی جاگیر بنانے والے کی توقیر کے لئے ہم جھاڑو دیتے رہیں۔ ہندوستان کی تقسیم سے پہلے اور پاکستان کی تشکیل و قیام کے بعد بھی حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ نے اپنی بے نفسی اور شخصی ایثار سے احرار کے پلیٹ فارم پر بریلوی، دیوبندی، غیر مقلد اور چند ایک شیعہ بزرگوں کو اجتماعیت کی اکائی میں پرو رکھا تھا۔ جناب سید عنایت اللہ شاہ صاحب نے سب سے پہلے رخنہ ڈالا۔ انہوں نے صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ صاحب کے خلاف نجی مجلسوں

میں تند و تیز زبان استعمال کی اور اپنے وعظ و بیان میں صاحبزادہ صاحب کے مسلک کو خوب خوب سنائیں انہیں علانیہ مُشرک کہا جس کے نتیجے میں صاحبزادہ نے حضرت امیرِ شریعت رحمہ اللہ سے گلہ کیا اور مذکورہ بزرگ کو زبان درازی سے منع کرنے کی درخواست کی، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ لاہور دفتر احرار میں سید عنایت اللہ شاہ صاحب صاحبزادہ فیض الحسن، مولانا محمد علی جالندھری، قاضی احسان احمد شجاع آبادی اور شورش کاشمیری، کی موجودگی میں خاصی بدمزگی ہوئی صاحبزادہ صاحب بگڑ گئے۔ پھر حضرت امیر شریعتؒ صاحبزادہ کو راضی کرنے ان کے گھر گئے اور احرار کے شیرازہ کو بکھرنے سے بچایا ——— پھر سید عنایت اللہ شاہ صاحب جس مسجد میں فروکش ہیں یہ مسجد احرار کارکنوں کی جانفشانی سے ہی شاہ صاحب کو ملی۔ شاہ صاحب نے منبر و محراب پر قابض ہونے کے بعد وہ بم باری کی پناہ بخدا، بریلوی مسلک کے لوگ بلبلا اُٹھے اور شاہ صاحب کے خلاف انہوں نے بھی وہی "پاکیزہ" زبان وہی "شریفانہ" لب و لہجہ اختیار کیا جو شاہ صاحب کا طرۂ امتیاز ہے ——— پھر شاہ صاحب نے احرار کارکنوں کو توڑنا شروع کر دیا، نتیجۃً احرار میں ٹوٹ پھوٹ کا عمل شروع ہو گیا اور اجتماعیت کا حُسن انفرادیت کے عفریت نے پامال کر دیا ۱۹۳۸ء میں فوجی بھرتی بائیکاٹ کی تحریک چلی تو جناب سید عنایت اللہ شاہ صاحب کو ایک تقریر پر ڈیڑھ سال کی سزا ہوئی مولانا عبد الرحمٰن میانوی مرحوم و مغفور بھی آپ کے ساتھ تھے شاہ صاحب نے بڑی مہارت سے فرنگی کی جیل پر "لعنت" بھیجی بہت سے وعدہ وعید کیساتھ صرف ڈیڑھ ماہ بعد جیل سے باہر تشریف لے آئے اور پھر صرف اور صرف کالری دروازہ کے "کالرہ زدہ" ماحول کے ہو کے رہ گئے۔ اب شاہ صاحب کے مزید جوہر کھلے اور بریلویوں کو انہوں نے آڑے ہاتھوں لیا اور بریلوی دیوبندی مذہبی طبقاتی کشمکش سے جہلم اور گجرات میں طوفان مچ گیا احرار کارکن بہت پریشان ہوئے اور مکمل طور پر دو حصوں میں تقسیم ہو گئے اکثریت بریلوی احباب کی تھی وہ تمام ٹوٹ کر پیر ولایت شاہ صاحب کے حلقۂ ارادت میں داخل و شامل ہو گئے اور ایک اقلیت شاہ صاحب کے گرد جمع ہو گئی ۱۹۴۵ء میں ہندوستان کی تقسیم اور فرنگی سامراج کے گماشتوں اور "بعض مذہبی نمائندوں" نے اودھم مچایا تو حضرت امیر شریعت ان "عالی ظرف" لوگوں کی اس افراتفری سے دل برداشتہ ہو کر اہل و عیال سمیت کشمیر چلے گئے ان اودھم مچانے والوں میں مذکورہ بزرگ بھی تھے ان کے انہی رویوں سے تنگ آ کر حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ نے نجی مجالس میں ان لوگوں کو "درلی جتھہ" اور توحیدیوں کا اکالی دل کہنا شروع کر دیا۔

۱۹۴۷ء میں پاکستان بن گیا ہم لوگ امرتسر سے اُجڑ کر " دفتر احرار میں آ گئے وہاں سے خان گڑھ اور

۱۹۴۹ء میں ملتان آ گئے۔ فوجی بھر بائیکاٹ کی عظیم تحریک کے دوران شاہ صاحب کے منفی رول کے بعد حضرت امیر شریعت کی آمد و رفت سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے ہاں نہ رہی بس یونہی کہیں اچانک ملاقات ہو گئی یا وہ بزرگ کبھی گھر آ گئے تو ملاقات ہو گئی ۱۹۴۹ء میں ہمارے دادا سید ضیاء الدین اللہ کو پیارے ہو گئے تو حضرت امیر شریعت کا گجرات آنا جانا بالکل ہی موقوف ہو گیا۔ دادا جی کی تیمار داری کے لئے ۴۸، ۴۹ء میں دو تین مرتبہ ناگڑیاں جانا ہوا ایک مرتبہ غالباً دو ماہ ناگڑیاں قیام کیا مگر عنایت اللہ شاہ صاحب سے ہرگز نہیں ملے ۱۹۴۹ء سے ۱۹۶۱ء تک شاہ صاحب ایک یا دو مرتبہ ہمارے غریب خانہ پر آئے مگر جائے گھر سے بن کر آئی حضرت والد مرحوم نے نہیں بتائی تھی یہ بات جس نے کہی جس نے لکھی وہ بہت بڑا جھوٹا ہے اور پھر میں وہی مصرع لکھتا ہوں ع

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ پر فالج کا پہلا حملہ نومبر ۱۹۵۴ء میں ہوا دوسرا حملہ ۱۹۵۶ء میں تیسرا ۱۹۵۸ء میں چوتھا ۱۹۶۰ء میں ساٹھ کے فالج کے بعد گلا، زبان بالکل کام نہیں کرتے تھے ایک ماہ نشتر کالج رہے، ایک ماہ لاہور ماڈل ٹاؤن میں رہے اور راقم ہی ہمراہ تھا —— مگر جن بزرگ کو رفیق امیر شریعت کہا اور لکھا جا رہا ہے یہ بزرگ عیادت کو سنتِ رسول سمجھ کر بھی عیادت کے لئے نہ آئے دو سطر کا خط تک نہ لکھا —— بلکہ یہ کہتے ہوئے سنے گئے۔ "کہ جدوں دا عقیدا خراب ہویا اللہ نے سزا دِچ مبتلا کر دِتا اے" کہ جب سے عقیدہ خراب ہو گیا ہے تب سے ہی سزا میں مبتلا ہیں۔

پھر ۱۹۶۱ء میں حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کا انتقال ہوا تو یہ "ڈرلی جتھہ اور توحید لوٹی اکا لکال" امیر شریعت کے جنازے تک میں شریک نہیں ہوا۔ حتیٰ کہ تعزیت مسنونہ کا خط لکھنے کی بھی توفیق نہ ہوئی ۱۹۵۹ء میں صوفی عبدالحمید کی کوٹھی ۲۲۔ بی جیل روڈ۔ لاہور میں حضرت قطب الاقطاب عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ قیام فرما تھے تو حضرت مولانا غلام اللہ خاں صاحب اور سید عنایت اللہ شاہ صاحب تشریف لائے تو حضرت اقدس رحمہ اللہ نے انہیں مسئلہ حیاتِ انبیاء پر ان کے نامناسب رویّے اور تند و ترش لب و لہجہ پر سخت تنبیہ فرمائی تو اس کے بعد یہ دونوں بزرگ اپنے پیر و مرشد سے ملنے بھی نہ گئے حتیٰ کہ ان کا جنازہ بھی نہ پڑھا۔ واہ واہ کیا مقام و منصب ہے اور کیا مزاج پایا ہے کیا اکابر کا یہی شیوہ تھا؟ ان تمام "خوبصورت روئیوں" کے باوجود برہم ہی تھے جنہوں نے ۱۹۷۰ء کے سیاسی طوفانِ بدتمیزی میں جناب سید عنایت اللہ شاہ

صاحب کو عوامی اسلامی محاذ کا امیر چنا اور تمام دیگر جماعتوں کو شاہ صاحب کی امارت پر متفق کیا لیکن جناب کیا کہنے
ھیں ان حق پرستوں کے مولانا علامہ اللہ خاں مرحوم و مغفور ملتان تشریف لائے اور بستی باوا صفرا میں خطاب فرمایا
خوب گرجے، خوب برسے اور دوران خطاب جوشِ جنوں میں ہمارے اس خالص دینی محاذ پر علی الاعلان لعنت
بھیجی ـــــ میں خود اس جلسہ میں موجود تھا اور جو صاحب دعوت تھا وہ ابھی زندہ ہے اور ابھی بھی میرا جمعہ
کا مستقل مقتدی ہے۔ میں چاہتا تو اسی وقت حضرت شیخ کا خمارِ شیمت اپنی ترشی سے کافور کر سکتا تھا
مگر صرف علماء کی اجتماعی عزت و حرمت کی بقا کے نلطے ہم تمام ساتھی اُٹھ کر خاموشی سے لوٹ آئے۔

۱۹۷۴ء میں جب مجلسِ احرار اسلام کی برپا کی ہوئی تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت اپنے تیسرے مرحلہ میں داخل
ہوئی تو راقم ان دنوں گجرات میں تھا اسی تحریک میں بریلوی بھائی، غیر مقلد بھائی، دیوبندی اور شیعہ بھی
قدم بقدم تھے شاہ صاحب اپنے فرزند ارجمند کی سرپرستی فرماتے ہوئے ہر اجتماع میں شریک ہوتے تھے
ایک رات مجلس عمل کی منظوری، پالیسی اور کسی مقامی فیصلہ کے بغیر شاہ صاحب کے فرزند نے "جوشِ جہاد"
میں کہا، ابھی اُٹھو اور مرزائیوں پر حملہ کر کے ان کی اینٹ سے اینٹ بجا دو، مجمع بپھر گیا سالار عنایت اللہ مرحوم
سید باقر رضوی موجود تھے، میں بھی تھا۔ میں نے ان سازش کے برعکس کھڑے ہو کر پوری قوت سے
مخالفت کی اور امت کے بے قابو نوجوانوں کو اس بدلوحی حرکت روکا، الحمد للہ! لوگ باز آگئے ـــ مگر قارئین
حیران ہوں گے کہ دوسرے دن ۵ر جولائی ۱۹۷۴ء کو راقم ڈی۔پی۔آر کے ماتحت گرفتار ہو گیا۔ سالارِ
عنایت، سید باقر رضوی بھی گرفتار ـــــ مگر سید عنایت اللہ شاہ صاحب اور انکا ہونہار برخوردار چین کی بانسری
بجاتے رہے۔ ہم ۴۲، ۴۳ افراد قریب قریب ۳ ماہ جیل کی سلاخوں میں گرمی اور نظر بندی کی حالت میں جلتے
رہے اور یہ باکرامت توحیدی خانوادہ راحت، آرام، اور سکون سے اپنے آشرم میں داد عیش دیتا
رہا اور ایس پی گجرات بدنام زمانہ مسٹر چیمہ جس نے مولانا عبید اللہ انور کو ڈنڈے مار مار کر بیہوش کر دیا،
اس سے انکی گاڑھی چھنتی رہی ـــــ پھر ستم بالائے ستم یہ کہ یہ حق پرستوں کا سازشی ٹولہ جیل میں ملنے
تک نہ آیا، باہر رہ کر تحریک کو سبوتاژ کیا۔

ایک دن ہم لوگوں کو اپنی بارک میں علم ہوا کہ باہر ڈیوڑھی میں جناب شیخ و برہمن تشریف لائے ہوئے ھیں
اور سپرنٹنڈنٹ جیل مسٹر پال صاحب نے انہیں کہتے ہی نہایت میٹھے لب و لہجہ میں کہنا شروع کیا کہ شاہ صاحب
جن لوگوں کے لیے آپ رس کی بوری اور کریلوں کی بوری لے کر آئے ھیں یہ لوگ اخلاقی مجرم نہیں ھیں یہ دین

کے مجاھد ہیں آپ کو شرم آنی چاہیئے آپ آدھے شہر کے مالک ہیں آپکی سرکاری اور درباری اثر ہے آپ نے انہیں پوچھا تک نہیں ان کے گھروں کا حال تک دریافت نہ کیا دنیا تو آپ نے کیا تھا آپ زبانی تسلی بھی نہ دے سکے ——— اگر یہ معافی مانگ لیتے تو ان کا کوئی قصور نہ ہوتا۔ میں ان بچوں کی بہادری کی داد دیتا ہوں کہ انہوں نے اپنے اپنے گھروں سے کھانا منگوا کر اپنے غریب کارکنوں کی خدمت کی اور حوصلہ افزائی کی۔ یہ توحق پرستوں سے "کمالات و احسانات" کا شمار تھا اب دوسرا رُخ دیکھئے کہ جن بریلویوں کو یہ پیرِ طریقت مُشرک سمجھتے ہیں انہوں نے بڑی پامردی سے جیل کاٹی۔ خصوصاً سید محمود شاہ صاحب شہیدی گجراتی مرحوم نے تو کمال کر دیا بیماری کے باوجود اپنے ۲۸ ساتھیوں سمیت بڑھ کر خود گرفتاری پیش کی اور پوری جرأت سے یہ تین ماہ کی نظر بندی کاٹی۔ مزید یہ کہ سید محمود شاہ صاحب روزانہ بلاناغہ عصر کے بعد جب گنتی بند ہونے لگتی تو باقاعدہ معمول کے طریقہ پر مرزائیوں بھٹو حکومت اور مرزائی نواز بے غیرت سیاست دانوں کے خلاف نعرے لگاتے حتیٰ کہ گجرات کی مشہور ریگالوالا فیملی کے میاں ارشد بھی خوب ڈٹے رہے ——— مگر یہ توحیدی گُرو جتھہ اپنے آشرم میں بیٹھا ہماری ہنسی اُڑاتا رہا اور جیل سے باہر کی فضا میں ہمارے خلاف زہر اگلتا رہا ؎

وہ شاخِ گل پر زمزموں کی دُھن تراشتے رہے
نشیمنوں پر بجلیوں کا کارواں گزر گیا

سید عنایت اللہ شاہ صاحب کا علم، تحقیق، تقویٰ، یہ انکی انفرادی زندگی سے متعلق ہے۔ ہمیں تو انکی قومی زندگی اور اجتماعی منفی رویوں سے نہ صرف یہ کہ اختلاف ہے بلکہ سخت ناپسند ہے کیونکہ انہوں نے ملی اجتماعیت کو ریزہ ریزہ کر دیا اور خود کوئی اجتماعی عمل سرانجام نہ دے سکے۔ انہوں نے مفاد پرستوں کا ایک گروہ عبوس و پبوس ضرور بنا لیا ہے جو اپنے سوا کسی کو مُسلمان ہی نہیں سمجھتے لیکن سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے دربار میں سر کے بل تشریف لے جاتے ہیں۔ مولانا غلام اللہ خاں مرحوم سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے گجرات میں تعلقات کی بنیاد یہ مرحوم چودھری ظہور الٰہی کی دختر نیک اختر کا نکاح پڑھانے تشریف لائے اور خوب اُن سے بھتہ کھایا اور آذوقہ حاصل کیا چودھری صاحب مرحوم پیرِ گجرات قبلہ شاہ صاحب کو ایک خطیر رقم سالانہ دیا کرتے تھے حضرت شاہ صاحب ہر الیکشن میں بڑے چھوٹے ووٹ کو دُعاؤں کے ساتھ مختلف شخصیتوں کی خدمت میں پیش کرتے اور مفاد اُٹھاتے ہیں۔ حضرت والا کا دینی ادارہ "دخترانِ وطن" کی "تہذیبِ نفس" کے لئے قائم کیا گیا۔ اس میں سروس کے مالک کے "مالِ حلال" کا بہت بڑا حصہ ہے اور یہ صرف الیکشن کے ثمرات

ہیں اور حضرت کے رُوحانی فرزند مسٹر سعید بلوچ نے اپنے پیشرو کی سُنّت ادا کرتے ہوئے بدترین رافضی سیّد فخر امام کے الیکشن میں خوب تقریریں کیں اور اس کے موسمی ثمرات سے دُو منزلہ مسجد تعمیر کرلی میں پُوچھتا ہوں کہ یہ مسجدِ تقویٰ ہے کہ مسجدِ ضرار ؟ یہ ہے پیر و مُرید کا کردار ۔

حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ کو حضرالاستاذ کہہ کے پُکارا کرتے تھے ان سے مختلف قرآنی آیات پر گفت گو ہوا کرتی تھی یہ کہا کہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ سورۃ فتحنا کی آیت میں مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ ـــــ کے سلسلہ میں امیر شریعت کی تشفی نہ کرا سکے ، اور مولانا خیر محمد ڈیڑھ گھنٹہ سر کھپاتے رہے دیدہ دلیری اور جہالت سیری کے علاوہ اسے کیا کہا جا سکتا ہے جو شخص اپنی تعریف خود کرے اسکی شخصی حیثیت اس سے واضح ہے حضرت مولانا خیر محمد رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ قرآن نے اپنی تعبیر بھی خود ہی کی ہے اور وہ یوں کہ سیّدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے قوم کی طرف جانے سے یہ کہہ کر نبوتِ ہارون علیہ السلام کی درخواست کی ـــــ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ

کہ اس قوم نے مجھ پر قتل کا الزام لگایا ہوا ہے میں ڈرتا ہوں کہیں مجھے قتل نہ کردیں ۔ یہاں ذنب کا معنیٰ ہے الزام ـــــ لہٰذا فتحنا والی آیت میں بھی ذنبٌ کا معنیٰ الزام ہی ہے ۔ شاہ صاحب اور خاں صاحب کی تشریف آوری پر امیر شریعت نے مولانا خیر محمد کے حوالہ سے انہیں یہ تحفۂ علیہ مرحمت فرمایا ان حضرت نے یہ بھی اپنے کمالات کی سلک میں پرو لی ہے این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

سیّد عنایت اللہ شاہ صاحب نے تو ـــــ

وَوَجَدَكَ ضَالًّا " اور آپ کو (حق کی تلاش) میں سرگرداں

فَهَدَىٰ : ـــــ پایا تو اپنی راہ دکھائی ۔

کا معنیٰ بے دھڑک گمراہ کیا مگر حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ نے مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ اور ابریز کے حوالہ سے ترجمہ یوں کیا " کہ پھر ہم نے اپنی تلاش میں آپ کو سرگرداں پایا تو اپنی راہ دکھائی ۔" حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کی عادت تھی کہ کسی عام آدمی نے بھی کوئی خوبصورت جملہ ، مفہوم ، شعر ، لطیفہ یا کوئی واقعہ سُنایا تو بے پناہ داد و تحسین فرماتے جس سے اس آدمی کا قد کاٹھ بلند ہوتا اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا تھا کہ وہ تلمیذِ رشید بن کر حاضرِ خدمت ہوجایا کرتے تھے بلکہ عجز و تواضع اور انکساری ان کا اوڑھنا بچھونا تھا جو کچھ ہم